ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. Apr-Jun 2025.Page#.1640-1659
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
https://doi.org/10.55966/assaj.2025.3.2.033
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Research Review of the Basic Debates on the Principles and Laws of the State

ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث کا تحقیقی جائزہ

Qahirah Qudsia
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore.
wajeehkhan60@gmail.com
Dr. Azhar Farid
Supervisor, Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore.

Abstract

The common and simple definition of an Islamic state refers to a system of government that is based on Islamic Sharia law. As a term, the word has been used to describe many political and religious governments in the Islamic world in the past. The Islamic concept of the state is hidden within the terminology that Islam has adopted to define the state. Islam has not adopted the terms 'state' or 'kingdom' or 'government' for the political organization established on its principles, but has adopted the terms 'caliphate' or 'imamate' or 'leadership For this reason, to clarify the Islamic concept of the state, it is first necessary to consider these terms and understand their implications. Therefore, when the discussion of the Islamic state begins, its basic characteristics are three: politics, imamate, and caliphate. The intellectual principles and laws of the Islamic state encompass all the actions, deeds, and movements of the individual for his preparation. Because these are what make and break the individual. These general ideas are actually based on a few firm, unwavering, and unquestionable principled ideas. "What need does Allah have for this worship and supplication of a servant?" It is true that Allah Himself is independent of our worship, but His creation is in need of worship because man has been created weak and imperfect by nature and character, and he has to face helplessness on thousands of occasions in life.

Keyword: *Islamic state, principles and laws of the state, importance and utility of law, principles and foundations of law.*

ریاست کی حکمرانی اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے اپنے قبضہ قدرت میں یہ نظام لے رکھا ہے اور اس نظام کے اختتام پذیر ہونے تک اللہ ہی کی بادشاہی رہے گی۔ اللہ اس نظام کو چلانے کیلیے اپنے بندوں میں سے جس کو بھی مقرر کرتا ہے، اس کو اور اس کے بنائے ہوئے نظام کو عصرِ حاضر میں مختلف اصطلاحات سے موسوم کیا جاتا ہے جیسا کہ، اللہ کا نائب، خلیفہ، رسول ﷺ، اسکی رسالت، نبی ﷺ،

اسکی نبوت، خلیفہ، اسکی خلافت، اور عصرِ حاضر میں جو اصلاحات استعمال کی جاتی ہیں، ان میں وزیر اعظم، اسکی حکومت یا وزارت، سیاست دان، اس کی سیاست۔

اسلامی ریاست کا نظام

اسلامی ریاست کے عام و سادہ مفاہیم سے مراد ایک ایسا نظام حکومت ہے جس کی بنیاد اسلام شریعت پر ہو۔ بطور اصطلاح یہ لفظ ماضی میں اسلامی دنیا کی بہت سی سیاسی اور مذہبی حکومتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ریاست کا اسلامی تصور اُس اصطلاح کے اندر چھپا ہوا ہے، جو اسلام نے ریاست کی تعبیر کے لیے اختیار کی ہے۔ اسلام نے اپنے اصولوں پر قائم شدہ سیاسی تنظیم کے لیے 'ریاست' یا'سلطنت' یا 'حکومت' کی اصطلاحیں نہیں اختیار کی ہیں بلکہ 'خلافت' یا 'امامت' یا کی اصطلاحیں اختیار کی ہیں۔ اس وجہ سے ریاست کا اسلامی تصوّر واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے اِن اصطلاحات پر غور کرنا اور اِن کے مضمرات کو سمجھنا ضروری ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست کی جب بحث شروع ہوتی ہے تو اس کے بنیادی خدوخال تین ہیں:

1. سیاست
2. امامت
3. خلافت

سیاست کو اول اس لئے رکھا ہے کہ آج بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام کا سیاست سے کیا تعلق ہے؟ تو اول اس سوال کا جواب پیش کروں گی بعد ازاں اسلامی ریاست کی دو بنیادی اصلاحات کی وضاحت کے بعد اصول و قانون کا مفہوم پیش کروں گی۔

اسلامی ریاست سے مراد

ابنِ خلدون اپنے شہرہ آفاق "مقدمہ تاریخ" میں انہوں نے جہاں تاریخ، معیشت، جغرافیے، سیاست اور دیگر علوم وفنون وغیرہ سے بحث کی ہے وہیں اسلامی ریاست اور خلافت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں :

"فھی فی الحقیقۃ خلافۃ عن صاحب الشرع فی حراسۃ الدین و سیاسۃ الدنیا بہ۔" [1]

"اسلامی ریاست سے مراد ایک ایسی ریاست ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں شریعت کے نفاذ اور دنیاوی معاملات کے تحفظ کے لیے قائم کی جائے۔"

سیکولر ریاست کا جو تصور آج مغربی دنیا اور اس کے توسط سے دنیا بھر میں پایا جاتا ہے یہ دیگر تمام مذاہب کے لیے قابلِ قبول ہے۔ اس لیے کہ یہ مذاہب مکمل ضابطہ حیات نہیں بلکہ پند و موعظت اور چند عبادات و اخلاق کے مجموعے کا نام ہیں۔ ان کا تجارت و معیشت سے لے کر سیاست و حکومت تک زندگی کے اکثر شعبوں سے عملاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ان مذاہب کے پیروکار جب اپنے مذہب کو سیاسی معاملات میں دخیل کرتے ہیں تو یورپی تھیوکریسی جیسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اسلام کا معاملہ یکسر مختلف ہے۔ یہاں حکومت اور مذہب کی دوئی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ معیشت اور دین کی راہیں جدا جدا نہیں ہیں۔ عدالتی قوانین اور شریعت ایک ہی حقیقت کے دونام

[1] ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد بن ابن خلدون ولی الدین ،مقدمہ ابنِ خلدون، باب: 3، فصل: 25 فی معنی الخلافۃ و الامامۃ دار الباز للنشر واللتوزیع، مکۃ،1380ھ -329/2

ہیں۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے ایک ہاتھ میں جامِ شریعت اور دوسرے ہاتھ میں سندانِ عشق تھام کر دین اور دنیا کے حسین امتزاج کو عالمِ بشریت کے سامنے پیش کیا۔

ریاست کا اسلامی تصوّر سمجھنے کے لیے ہمیں سب سے پہلے یہ حقیقت ملحوظ رکھنی ہے کہ اسلام میں ریاست محض ایک ریاست نہیں ہے بلکہ وہ خلافت ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی ہو گی کہ کسی چیز کا صحیح تصوّر اس کی معیاری شکل ہی سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ اس وجہ سے یہاں 'خلافت' کی بھی صرف وہی شکل زیر بحث ہے جو معیاری ہے۔ اس کی بگڑی ہوئی شکلیں، جن کی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں، اس بحث میں ہمارے لیے کارآمد نہیں ہو سکتیں۔ اسلامی ریاست کی بنیاد خلافت و امامت ہے لیکن آج کے دور میں ایک لفظ سیاست مشہور ہے جسے کچھ لوگ غیر شرعی تصور کرتے ہیں یا غیر اسلامی سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہ اسلامی ریاست کا حصہ ہے۔ یہاں اول میں ریاستِ اسلامیہ کے دائرہ کار کی وضاحت کا باقاعدہ آغاز سیاست کی اسلامی تحقیق سے کرتی ہوں۔

1-سیاست کا مفہوم ودائرہ کار

عربی لغت میں "سیاسۃ" مصدر ہے اس کی ماضی "سَاسَ" اور مضارع "یَسُوْسُ" ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے:"ساس الدابۃ أو الفرس" اس نے مویشی یا گھوڑے کی دیکھ بھال کی، یعنی اس کو چارہ ڈالا، پانی پلایا، صاف کیا اور اسے سدھایا۔ یہ اصل ہے، جس سے سیاست بشر کے معنی اخذ کیے گئے ہیں۔ انسان جانوروں کی سیاست میں مہارت حاصل کرنے کے بعد انسانوں کی سیاست تک پہنچ گیا، یعنی ان کے معاملات کی دیکھ بھال میں ان کی قیادت کرنے لگا۔ مجازی طور پر کہا جاتا ہے "سَاسَ الرعیّۃ" اس نے عوام کو کچھ باتوں کا حکم دیا اور کچھ سے منع کیا، "ساس الأمر سیاسۃ" یعنی کسی کام کا اس طریقے سے انتظام کرنا کہ اس کی مصلحت کے تقاضے پورے ہو جائیں۔[2]

انسانی معاشرے میں سیاست کا تعلق احکام صادر کرنے اور اداروں کو چلانے سے ہوتا ہے۔ قانونی لغت کے مطابق سیاست سے مراد عام معاملات کو چلانے کا اصول یا فن ہے۔ جدید عربی میں لفظ "سیاست" کا اطلاق حکمت عملی، اصول جہاں بانی اور پالیسی پر ہوتا ہے۔

علامہ قاسم شیرازی لکھتے ہیں:

"پاس داشتن ملک وحکم راندن بر رعیت۔"[3]

"یعنی ملک کی حفاظت کرنا اور عوام پر حکمرانی کرنا۔"

علامہ ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں:

"السیاسۃالقیام علی الشیء بمایصلحہ والسیاسۃفعل السائس یقال ھویسوس الدواب اذاقام علیہاوراضہاوالوالی یسوس رعیتہ"[4]

"یعنی کسی شیء کی ایسے طریقے پر نگہداشت اور دیکھ بھال کرنا جو اس کے مناسب ہو۔ جانور سدھانے کا عمل سیاست ہے چنانچہ ھویسوس الدواب اس وقت کہا جاتا ہے جب آدمی جانوروں کو سدھا کر ان کی دیکھ بھال کرے۔ اسی طرح حکمران بھی اپنے عوام کی نگہداشت اور دیکھ بھال کرتا ہے۔"

مذکورہ تعریفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیاست ایک ایسا فن ہے جس کے ذریعے ملک اور قوم کی بہتری کے بارے میں سوچا جاتا ہے۔

---

[2] مفتی رضوان اللہ حقانی،سیاست اور اسلام، مکتبہ حقانیہ فیصل آباد1985ء،ص78

[3] محمدقاسم شیرازی،شمس اللغات ، میرمحمدکتب خانہ لاہور1978ء،ص671

[4] ابن منظور افریقی ،لسان العرب ج429/2

علامہ ابن عابدین شامی کے نزدیک سیاست کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

"استصلاح الخلق بارشادھم الی الطریق المنجی فی الدنیاوالآخرۃ "[5]

"یعنی مخلوق کی خیر خواہی کرتے ہوئے انہیں ایسے راستے پر چلانا جو دنیاو آخرت میں نجات دلانے والا ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ "سیاست" خیر خواہی کے جذبے سے سرشار ہو کر عوام کی دنیاو آخرت کی کامیابی کے لیے تدابیر اختیار کرنے کا نام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تعریف کون سے سیاسی نظام پر صادق آتی ہے۔ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ تعریف صرف اسلام کے سیاسی نظام پر صادق آتی ہے کیونکہ دنیا میں جتنے بھی سیاسی نظام ہیں ان میں سے صرف اسلام کا سیاسی نظام ہی ایسا نظام ہے جو انسان کی دنیاوی بہتری کے علاوہ آخرت کی بھلائی کا بھی انتظام کرتا ہے۔

2-امامت کا مفہوم ودائرہ کار

عربی لغت میں "سیاسۃ"مصدر ہے اس کی ماضی "سَاسَ" ا ور مضارع "یَسُوْسُ"ہے۔ عربی میں کہا جاتا ہے: "ساس الدابۃ أو الفرس" اس نے مویشی یا گھوڑے کی دیکھ بھال کی، یعنی اس کو چارہ ڈالا، پانی پلایا، صاف کیا اور اسے سدھایا۔ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ[6]

" اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ "

علامہ مجد الدین یعقوب لکھتے ہیں:

"الإمامۃ"(امامت) مصدر ہے "أَمَّ" فعل کا، آگے بڑھنے کو کہتے ہیں اور امام ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اقتدا کی جائے، چاہے وہ قوم کا بڑا ہو، یا کوئی اور۔"[7]

ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں :

"الإمام کل من ائتم بہ قوم، کانوا علی الصراط المستقیم أو کانو ضالین، والجمع :أئمۃ،...والخلیفۃ إما م الرعیۃ. "[8]

"امام ہر اس شخص کو کہتے ہیں جس کی کوئی قوم پیروی کرے، چاہے وہ قوم ہدایت یافتہ ہو، یا گم راہ اور اس کی جمع ائمہ ہے........ اور خلیفہ رعیت (لوگوں) کے مقتدا کو کہتے ہیں۔"

یہی بات صاحب "تاج العروس" نے بھی نقل کی ہے، فیروز اللغات اردو میں لکھا ہے:

"امام پیشوا اور ہادی کو کہتے ہیں "[9]

اصطلاح میں "امامت" کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، چنانچہ "شرح عقائد" میں علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں:

---

[5] ابن عابدین، فتاویٰ شامی، مکتبہ قادریہ لاہور،ص763

[6] البقرۃ2:24

[7] فیروز آبادی ، القاموس المحیط ، دارلھدیٰ اکیڈمی لاہور: 78/4

[8] ابن منظور افریقی ،لسان العرب : 24/12

[9] محمد بن یعقوب فیروز آبادی، فیروز اللغات ، مکتبہ قدوسیہ لاہور،ص67

"نیابتہم عن الرسول فی إقامة الدین بحیث یجب علی کافة الإمم الاتباع "[10]

"امامت اقامت دین کے سلسلہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کو کہتے ہیں، بایں حیثیت کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے۔"

علامہ ماوردی فرماتے ہیں:

"الإمامة موضوعة لخلافة النبوة في حراسة الدين وسياسة الدنيا بہ"[11]

"امامت دین کی حفاظت اور دنیاوی معاملات کی انجام دہی کے لیے نبوت کی نیابت کے طور پر وضع کی گئی ہے۔"

امام الحرمین علامہ جوینی نے امامت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"الإمامة رياسة تامة، وزعامة تتعلق بالخاصة والعامة في مهمات الدين والدنيا "[12]

"امامت اس ریاست تامہ اور زعامت کو کہتے ہیں جس کا تعلق دین و دنیا کے اہم معاملات میں ہر خاص و عام سے ہو۔"

علامہ ابنِ خلدون فرماتے ہیں کہ:

"هي حمل الكافة علىٰ مقتضى النظر الشرعي في مصالحهم الأخروية والدنيوية الراجعة اليها، اذ أحوال الدنيا ترجع كلها عند الشارع إلىٰ اعتبارها بمصالح الاخرة، فهي في الحقيقة خلافة عن صاحب الشرع فيحراسة الدين وسياسة الدنيا بہ"[13]

"شرعی نقطہ نظر سے تمام لوگوں کو ان کے مصالح اخروی اور ایسے مصالح دنیوی پر ابھارنا ہے جو آخرت کی طرف لوٹنے والے ہیں، اس لیے کہ دنیا کے تمام احوال درحقیقت شارع کے نزدیک مصالح آخرت کی طرف لوٹتے ہیں، پس وہ (امامت و خلافت) درحقیقت دین کی حفاظت اور دنیاوی سیاست کے بارے میں صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت ہے۔"

الفاظ اور تعبیر میں اگرچہ فرق ہے، مگر معنی اور مطلب سب کا ایک ہے، یعنی امامت اور خلافت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے دین کو قائم کرنا، اس کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینا اور دنیاوی معاملات میں لوگوں کے مصالح کے مطابق شریعت کی روشنی میں ان کی راہ نمائی کرنے کو کہتے ہیں۔

3-خلافت کا مفہوم و دائرہ کار

ریاستِ مدینہ کے بانی معلمِ انسانیت ﷺ کی ذات کو دنیائے اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ آپ مسلمانوں کے مذہبی پیشوا تھے اور دنیاوی امور میں بھی ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔ افواج کی سپہ سالاری، بیت المال کی نگرانی اور نظم و نسق کے جملہ فیصلے آنحضرت کی مرضی اور ہدایت کے بموجب ہوتے تھے۔ ریاستِ مدینہ کے بانی معلمِ انسانیت ﷺ کی وفات کے بعد اس اسلامی مرکزیت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ کے جانشین مقرر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اسے خلافت کہتے ہیں۔ پہلے چار خلفاء" حضرت ابو بکر τ، حضرت عمر τ، حضرت عثمان τ، حضرت علی τ" کو عہد خلافت راشدہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نائبین رسول نے قرآن وسنت کے مطابق حکومت کی اور مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی بھی احسن طریقے سے کی۔ اور ہر طرح سے یہ خلفاء اللہ تعالیٰ کے بعد اہل اسلام کے سامنے جواب دہ تھے۔ اور

---

[10] علی بن محمد الماوردی ،الأحکام السلطانية، میر محمد کتب خانہ کراچی،ص108

[11] ایضاً

[12] أبو المعالی عبد الملک الجوینی ، غیاث الأمم فی التیاث الظلم، دار الدعوة الاسکندرية، ص 15

[13] ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد ،مقدمہ ابنِ خلدون، 438/3

ان کا چناؤ موروثی نہیں تھا بلکہ وصیت / اکابر اصحابہ ψ کی مشاورت سے ان کا انتخاب کیا جاتا رہا۔ یہاں سے خلافت کی بنیاد پڑی۔ مزید تفصیل سے پہلے خلافت کے معانی و مفہوم کا تعین کروں گی تاکہ اسی کے دائرہ میں رہ کر اس کے خدوخال کا جائزہ لے سکوں۔ ''شرح عقائد'' میں علامہ سعد الدین تفتازانی خلافت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهي رياسة عامة في أمر الدين والدنيا خلافة عن النبيا"[14]

''اور وہ دین و دنیا کے معاملہ میں ریاست عامہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو کہتے ہیں۔''

علامہ ابن منظور الافریقی لکھتے ہیں:

''امام کے معنی عام ہیں اپنی قوم کے آگے چلنے والے رہبر اور مقتدیٰ کے ہیں (جیسا کہ عربی لغت میں آیا ہے)۔''[15]

دوسرے مقام پر خلیفہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''امیر، سلطان اعظم اور اپنے سے ماقبل کے جانشین کو خلیفہ کھا جاتا ہے۔ لہٰذا خلافت کے معنی امارت، سلطنت اور کسی کے قائم مقام کے ہیں۔''[16]

قرآنِ مجید فرقانِ حمید کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن میں سیاست کے لئے جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے وہ ہے امامت و خلافت۔ جس کی مزید وضاحت کے لئے درج ذیل آیات سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں لفظ ''خلیفہ''، ''خلائف'' اور'' خلفاء'' استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الْاَرْضِ خَلِیْفَةًوَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ[17]

'' اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے، تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں، فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔ ''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ[18]

''اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی، بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن کو بھول بیٹھے ''

تیسرے مقام پر اللہ نے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ[19]

---

[14] علامہ سعد الدین تفتازانی ،شرح عقائد ،192/1

[15] ابن منظور افریقی ،علامہ ،لسان العرب ،24/1

[16] ابن منظور افریقی ،علامہ ،لسان العرب ،87/9

[17] البقرة30:2

[18] ص26:38

[19] الأنعام165:6

"اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بیشک تمہارے رب کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے، "

اللہ نے انسان کو یاد دلایا ہے کہ میں ہی وہ تیرا رب ہوں جس نے تجھے اپنا کائنات میں نائب بنایا ہے، اسی بات کو اللہ نے سورت اعراف میں ذکر فرمایاہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ[20]

" اور یاد کرو جب تم کو عاد کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو، "

اس کے علاوہ بھی دوسرے مقامات پر ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ علماء اہل لغت لفظ "امامت" اور "خلافت" کے مذکورہ معانی پر متفق ہیں لیکن علماء کلام نے اس سلسلہ میں اختلاف کیا ھے کہ ان دونوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں یا ان کے الگ الگ معنی ھیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے امامت کی اس طرح تعریف کی ہے:

"امامت، نبی کی اس خلافت کو کہتے ہیں جس میں دین اور نظام دنیا کی محافظت کی جاتی ہے۔" [21]

خلافت کے بارے میں ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ صاحب کہتے ہیں:

"خلافت کو تمام مسلمان شرعی طور پر آپس میں طے کرتے ھیں تاکہ مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی مشکلات کا حل تلاش کیا جاسکے۔" [22]

اور اسی بات کی تاکید کرتے ہوئے موصوف کہتے ھیں:

"خلافت وہ دینی منصب ہے جو امامتِ کبریٰ کے تحت ہوتا ہے "[23]

ڈاکٹر مستنصر علوی نے اس طرح ان دونوں (خلافت وامامت) میں رابطہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

"خلافت امامت کبریٰ ہے اورامامت نماز امامتِ صغریٰ ہے۔" [24]

یہ دونوں لفظ ایک ہی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور شاید "ریاست" و "قیادت" مذکورہ معنی میں سب سے جامع معنی ہوں جن پر ان دونوں الفاظ کے معنی متفق ھیں۔

قرآن کریم کی تعلیمات سے واضح اور قطعی ثابت ہے کہ بعثتِ انبیاء کا مقصد روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا قیام ہے۔ جملہ انبیائے کرام نے اس کے لیے ہمہ پہلو جدوجہد کی۔ ان کی دعوت کا مرکزی نکتہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت، بندگی کی بنیاد پر انسانی زندگی کی تعمیر اور ہر قسم کے طاغوت، بغاوت، سرکشی، بداخلاقی اور بداعمالی سے مکمل اجتناب رہاہے: اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (سورۃ النحل، آیت 36)۔ "اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے پرہیز کرو"۔

[20] الأعراف74:7

[21] الاحکام السلطانیہ، ص 3

[22] ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد ،مقدمہ ابن خلدون ص 159

[23] ابن خلدون ،عبد الرحمن بن محمد ،مقدمہ ابنِ خلدون ص 159

[24] ڈاکٹر مستنصر علوی،نظریۃ الامامۃ ، بشیر شنز ناشران و تاجران کتب لاہور، ص ۲۲۔

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں فرد کی تیاری کیلئے کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کو اپنے احاطہ میں لیا ہے۔ کیونکہ فرد کو یہی بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ یہ عام خیالات در حقیقت اس کے چند پختہ، غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ انہیں اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں اور یہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے باالفاظ دیگر عقیدہ، عمل کی اساس ہے۔ اور فرد کی تیاری کیلئے یہ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

پہلا فکری اصول و قانون: عقائد

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں فرد کی تیاری کے لئے اول اسلامی تہذیب نے عقائد پر توجہ دی ہے سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"اسلامی تہذیب کی عمارت جن بنیادوں پر قائم ہے وہ اسلامی عقائد ہیں۔"[25]

عقیدہ پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے۔ ایمان کے لغوی معنی محفوظ کرنے یا کسی شخص پر اعتماد رکھنے کے ہیں۔ اس کے دوسرے معنی (اطمینان قلب) اور زوال الخوف (خوف کا نہ ہونا) کے ہیں۔ جو اونٹنی غریب اور مطیع ہوتی ہے اس کو "امون" کہتے ہیں

اسلامی اصلاح میں ایمان سے مراد یہ ہے کہ انسان دل کی تصدیق سے حق کا اقرار اور اس کی متابعت کرے۔ چنانچہ جو شخص اسلام کے بنیادی اصولوں تصدیق کرتا ہے وہ مومن ہے اور جو اس کی تکذیب کرتا ہے وہ کافر ہے۔

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون جن کو قرآن کریم میں اسلام کے یہ بنیادی عقائد کہا جاتا ہے ان کو اتنی تفصیل اور تکرار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں کہ ان میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ مجموعی طور پر قرآن پانچ عقائد (عقائد خمسہ) پر ایمان لانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

1۔ اللہ پر ایمان

2۔ ملائکہ پر ایمان

3۔ الہامی کتب پر ایمان

4۔ انبیاء علیہم السلام پر ایمان

5۔ یوم اخر یعنی قیامت پر ایمان[26]

یہی معامہ وحی اور رسالت کا ہے کہ اس ضمن میں کوئی سائنٹفک ثبوت تو پیش نہیں کیا جا سکتا مگر جن لوگوں کو خدا کا رسول کہا گیا ان کی سیرتوں پر غور کرنے سے ایک شخص بالا آخر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ نوح انسانی کا افکار و اعمال پر ان کے جیسے پائدار، مفید اور وسیع اثرات کسی کتاب اور کسی رہنما نے نہیں ڈالے۔ یہ بات اس مار کا یقین کرنے کے لیے کافی ہے کہ ان کے پیغام اور شخصیت میں کوئی غیر معمولی بات ضرور تھی جو نہ انسانی تصنیفات کو نصیب ہے۔ اور نہ دنیاوی قائدین کو۔[27]

---

[25] ندوی سید سلیمان ، سیرۃ النبی ﷺ،405/4

[26] سید ابو الاعلیٰ،مولانا ،اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی،ص122 مودودی ،

[27] سید ابو الاعلیٰ،مولانا ،اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی،ص126 مودودی ،

اسلامی عقائد میں کوئی ایسی بات نہیں کہ علمی اور عقلی ارتقاء کی کسی منزل پر پہنچ کر انسان ان کو رد کر دینے پر مجبور ہو بلکہ جیسے جیسے علم ترقی کر رہا ہے عقل اس کی اغلبیت کا حکم لگاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن بار بار اپنے مخاطب انسان کو غور و فکر کرنے اور عقل استعمال کرنے کی دعوت دیتا ہے وہ بار بار انسان سے تقاضا کرتا ہے کہ کائنات کی نشانیوں پر غور و فکر اور تدبر کرے تاکہ خدا اور اس کے اصولوں کی حقانیت کو جان سکے۔

دوسرا فکری اصول و قانون: توحید

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں عقائد کے بعد اسلامی تہذیب نے توحید پر توجہ دی ہے۔ توحید کے معنی ہیں اللہ کو ایک ماننا توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ مانا جائے یعنی یہ اعتقاد رکھا جائے کہ الہٰ ہونے میں اور الوہیت کی خصوصیات میں اس کا کوئی ساجھی یا شریک نہیں ہے۔ کمال توحید یہ ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ کو اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا جان لے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ نے توحید کو تمام اقسام نیکی میں بمنزلہ دل کے قرار دیا ہے۔ اگر وہ درست ہے تو سب نیکیاں درست ہیں اور اگر وہ فاسد ہے تو سب نیکیاں فاسد ہیں۔[28]

دنیا کے تقریباً سارے مذاہب میں خدا یا خداؤں کا تصور پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے اپنی تعلیمات میں وجود ذات باری کا مسئلہ نہیں چھیڑا کیونکہ یہ دنیا کے لیے پہلے ہی قابل قبول تھا۔ انسان فطرتاً ایک قادر مطلق اور خالق کائنات ہستی کا معترف ہے اور جماعت انسانی کا کوئی حصہ، زمین کا کوئی گوشہ اور زمانہ کا کوئی عہد بھی اس تخیل سے خالی نہیں ملتا البتہ اسلام کے مختصات میں جو چیز ہے وہ توحید ہے کیونکہ دوسرے مذاہب میں یا تو سرے سے توحید تھی ہی نہیں اور اگر تھی تو کامل نہیں تھی۔ اسی بناء پر قرآن نے بار بار کہا کہ کفار کو بھی خدا سے انکار نہیں کفار کو جو وحشت ہے وہ توحید ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ[29]

"جب اکیلا خدا پکارا جاتا ہے تو تم منکر ہو جاتے ہو اور اگر کوئی شریک کر لیا جائے تو تم مان لیتے ہو اور جب خدا کا تنہا ذکر کیا جاتا ہے تو منکرین قیامت کے دل بدک جاتے ہیں۔"

توحید کامل کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح خدا کی ذات میں کوئی شریک نہیں اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے نیز اس کے اختیارات اور اس کے حقوق میں بھی شریک یا ساجھی نہیں۔

اسی بات کو امین احسن اصلاحی کہتے ہیں کہ اس کائنات کے مختلف اجزاء میں کمال درجہ کی موافقت اور باہمی سازگاری ہے اور اس کائنات کی ہر چیز اپنی ہستی کی بقاء اور اپنے وجود کی نشوونما کے لیے اس بات کی محتاج ہے کہ یہ پورا کارخانہ حیات اس کے لیے سرگرم کار رہے۔ گیہوں کا ایک پوداوجود میں آکر اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کائنات کے تمام عناصر اس کی پرورش و نگہداشت میں اپنا اپنا حصہ پورا نہ کریں، زمین اس کے لیے مہیا کرے ابر اس کے لیے رطوبت فراہم کرے، سورج اس کو گرمی اور شبنم اس کو ٹھنڈک پہنچائے اور

[28] شاہ ولی اللہ ، حجۃ اللہ البالغۃ، 158/1

[29] الزمر: 45

جب یہ سب کچھ ایک نظم وضبط کے ساتھ مکمل ہو لے تب گیہوں کا ایک دانہ کھیت سے خرمن تک پہنچتا ہے۔ یہی حال دنیا کی ہر ہر چیز کا ہے۔[30]

کائنات کی ترتیب و تنظیم اس کا نظم وضبط اور کائنات کے حسن وجمال کے توزن واعتدال کو دیکھ کر صرف اس بات کا ہی احساس نہیں ہوتا کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے۔ بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ خالق بہترین ہے۔ یکسر خیر وبرکت ہے اس نے جو چیز بنائی ہے وکمال قدرت کمال صنعت اور کمال خیر وبرکت کا کامل نمونہ ہے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ[31]

”پھر ہم نے اس نطفہ کو (رحمِ مادر کے اندر جونک کی صورت میں) معلّق وجود بنا دیا، پھر ہم نے اس معلّق وجود کو ایک (ایسا) لوتھڑا بنا دیا جو دانتوں سے چبایا ہوا لگتا ہے، پھر ہم نے اس لوتھڑے سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت (اور پٹھے) چڑھائے، پھر ہم نے اسے تخلیق کی دوسری صورت میں (بدل کر تدریجاً) نشو و نما دی، پھر اللہ نے (اسے) بڑھا (کر محکم وجود بنا) دیا جو سب سے بہتر پیدا فرمانے والا ہے“

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

”توحید کی ضد شرک ہے۔ شرک کے معنی ہیں ساجھی بنانا اصطلاحاً اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی خدائی میں کسی غیر کو شریک کرنا اور خدا کے ساتھ ساتھ کسی اور کی بھی ایسی تعظیم و تکریم کرنا جس کی حق دار صرف خدا کی ذات ہے۔ یا خدا کی صفات کو خدا کی ذات کے علاوہ کسی اور سے منسوب کر دینا۔ مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ خدا کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے۔“[32]

اختیارت میں شرک یہ ہے کہ خدا ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات صرف اللہ کے لیے مخصوص ہیں ان کو یا ان میں سے کسی کو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے تسلیم کیا جائے۔ مثلاً فوق الفطری طریقے سے نفع وضرر پہنچانا اس میں آیات قرآنی کے سوا ہر قسم کے جھاڑ پھونک، منتر، تعویذ، گنڈے، ٹوٹکے وغیرہ شامل ہیں۔ قرآن مجید نے بڑی سختی سے شرک کی مذمت کی اور اس کو سب سے بڑا اور قبیح گناہ قرار دے دیا ہے جبکہ شرک توحید کی ضد کامل ہے اس لیے اس کی مذمت بھی زیادہ کی گئی ہے کیونکہ شرک کے بعد اسلام رہتا ہے نہیں اور دین کی جملہ مصلحتوں اور نیکیوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

تیسرا فکری اصول و قانون: ملائکہ پر ایمان

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں تیسرا فکری اصول ملائکہ ہر ایمان لانا ہے ملائکہ یا فرشتوں پر ایمان کا بیان توحید کے باب میں کرنے کی وجہ سے ہے کہ فرشتوں پر ایمان کا عقیدہ دراصل توحید کا تمتہ اور اس کا ضمیمہ لازمہ ہے اس کا مقصد محض یہی نہیں ہے کہ فرشتوں

---

[30] شبلی نعمانی ،الکلام و علم الکلام، 48/2

[31] مومنون:14

[32] مودودی ،سید ابو الاعلیٰ،مولانا،تفہیمات129/4

کے وجود کا اثبات واقرار کیا جائے بلکہ مقصد اصلی یہ ہے کہ نظام وجود میں ان کی صحیح حیثیت کو سمجھ لیا جائے تا کہ ایمان باللہ خالص توحید پر قائم ہوا۔

"ملک" کے لغوی معنی قاصد اور پیام رساں کے ہیں۔ اس سے مراد وہ غیر مادہ مگر مخلوق نیک ہستیاں یا ارواح ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عالم اور اس کے اسباب و علل کے کاروبار کو چلا رہی ہیں۔"[33]

ملائکہ کا ایک اجمالی تصور تمام قوموں اور مذہبوں میں کسی نہ کسی طرح موجود رہا ہے کسی کے نزدیک وہ نوا یلس فطرت اور قدرت کی وہ طاقتیں ہیں جو نظام کائنات کے مختلف شعبوں کو چلا رہی ہیں۔

چوتھا فکری اصول و قانون: رسالت

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں چوتھا اصول رسالت پر ایمان لانا ہے توحید کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ "رسلات" ہے۔ جس طرح اعتقاد کی جہت میں توحید اصل دین ہے اسی طرح اتباع کی جہت میں رسلات اصل دین ہے۔ رسالت کے لفظی معنی "پیامبری" کے ہیں۔ جو شخص کسی کا پیغام کسی دوسرے شخص کے پاس لے جائے وہ "رسول" ہے۔ قرآن نے اس کا نہایت حکیمانہ جواب یہ دیا تھا کہ:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا [34]

"اگر اس زمین پر فرشتے ہی چلتے پھرتے اور آباد ہوتے تو ضرور ان پر ہم آسمان سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔"

بہرحال جو لوگ منصب رسلات پر فائز کیے گئے وہ گروہ انسانی سے ہونے کے باوجود چند باتوں میں عام انسانوں سے مختلف ہیں۔ ان اضافی خصوصیات میں پہلی صفت یا خصوصیت "علم" ہے۔

پانچواں فکری اصول و قانون: ختم نبوت ﷺ

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں پانچواں اصول ختم نبوتِ محمدی ﷺ ہے۔ جب کہ دوسرے انبیاء اور رسولوں کی تعلیمات تحریفات کا شکار ہو گئیں یا تلف ہو گئیں اور ان کی سیرتیں بھی محفوظ نہ کی جا سکیں چنانچہ انبیاء اور پیشوایان ادیان میں سے کسی کا اتباع اگر کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف محمدؐ ہیں کہ ان کی تعلیمات قرآن کی شکل میں رہتی دنیا تک کے لیے محفوظ ہے اور ان کی سیرت اور ان کا اسوہ حسنہ نہایت سند کے ساتھ تمام ترجزئیات سمیت تاریخ وسیر کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ حضرت محمدؐ کا تیسرا امتیازی پہلو یہ ہے کہ وہ خاتم النبین تھے اور ان پر دین کی تکیمل ہو گئی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِـيْمًا[35]

"محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

---

[33] شبلی نعمانی ، سیرۃ النبی ﷺ،554/4
[34] بنی اسرائیل:95
[35] الاحزاب:40

رسولؐ نے بھی مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے، مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے۔ مثلاً ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا "بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا بلکہ خلفاء ہوں گے۔

چھٹا فکری اصول و قانون: ایمان بالکتب

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں چھٹا اصول الہامی کتب پر ایمان لانا ہے۔ جہاں تک ایمان کا تعلق ہے تو جس طرح تمام رسولوں اور نبیوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح اللہ ان تمام کتابوں اور صحیفوں کو ماننے کا حکم دیتا ہے جو اس کی طرف سے اس کے پیغمبروں پر نازل کی گئیں۔

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ [36]

"اور وہ لوگ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا (سب) پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی (کامل) یقین رکھتے ہیں"

بعض کتابوں کی قرآن میں تصریح کے ساتھ ذکر آیا ہے مثلاً توراۃ جس کو ایک جگہ "صحف موسیٰ" بھی کہا گیا۔ حضرت داؤدؑ کی زبور، حضرت عیسیٰؑ کی انجیل اور خود قرآن ان کے علاوہ ایک موقع پر "صحف ابراہیم" کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ چنانچہ جن کتابوں کا ذکر تصریح کے ساتھ قرآن میں آیا ہے ان پر صراحتاً اور جن کا ذکر نہیں کیا گیا ان اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔

ساتواں فکری اصول و قانون: آخرت

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں ساتواں اصول آخرت اور اس سے جڑے تمام معاملات پر ایمان لانا ہے۔ اسلام کے سلسلہ ایمانیات کی آخری کڑی "آخرۃ" پر ایمان ہے۔

"آخرۃ" کے لغوی دوسری، دیگر یا پچھلے کے ہیں۔ اسلام کی اصطلاح میں آخرۃ سے مراد، موجود زندگی کے بعد آنے والی دوسری دنیا یا زندگی ہے اسی لیے اس کو "حیات آخرت" اور دار آخرت" بھی کہا گیا ہے۔"[37]

زندگی اور آخرت کے بارے میں ایک تو مادہ پرستوں کا نظریہ ہے ان کے خیال میں جو کچھ بھی ہے اسی زندگی میں ہے اور موت کے معنی کامل فنا کے ہیں اس کے بعد کچھ نہیں ہو گا رہی یہ دنیا تو یہ کارخانہ حیات یونہی چلتا رہے گا۔

اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون

اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون کے عملی اصول و اضوابط عبادات ہیں۔ عبادت کا مادہ "ع ب د" ہے اور اس کے لغوی معنی "غایت تذلیل" کے ہیں یعنی انتہائی عاجزی و درماندگی کا اظہار عبادت کے عام معنی پرستش کے ہیں جو کسی کی بھی ہو سکتی ہے تاہم اصطلاح شریعت میں اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت، اپنی عبودیت کا اظہار اور اس کے احکامات کو بجالانا عبادت ہے۔ عبادت اللہ تعالیٰ کا اس کے بے پایاں انعام کی وجہ سے بندے پر حق ہے۔

---

[36] البقرہ:4

[37] لوئیس معلوف،المنجد في اللغة والأعلام،دار المشرق، بيروت، 1973ء، 50

خداوند تعالیٰ منعم ہے اور منعم کا شکریہ واجب ہوا کرتا ہے۔ عبادات انہی نعمتوں کے شکریہ کا نام ہے نیز یہ امر فطری طور سے بندے (مخلوق) کے وجدان میں موجود ہے۔"[38]

عبادات کے سلسلہ میں مادہ پرست اذہان بہت کچھ شک و شبہ کا اظہار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو بندے کی اس عبادت و دعا کی کیا ضرورت ہے؟ یہ درست ہے کہ اللہ کی ذات ہماری عبادتوں سے بے نیاز ہے البتہ مخلوق خدا خود عبادت کی ضرورت مند ہے کیونکہ انسان فطرتاً اور خلقاً کمزور اور ناقص پیدا کیا گیا ہے اسے زندگی میں ہزارہا موقعوں پر بے بسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بے بسی کے ان لمحات میں میں وہ اپنی ہستی اور اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے رب کی پکارتا ہے اور اس سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ انبیاء تک نے نازک لمحات میں خدا سے دعا مانگی ہے۔

پہلا عملی اصول و قانون: نماز

اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون میں پہلا اصول نماز ہے۔ نماز کے لیے قرآن مجید میں صلوۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ نماز فارسی زبان کا لفظ ہے جو اردو میں "صلوٰۃ" کے معنوں میں مستعمل ہے۔

"صلوٰۃ" کا مادہ "ص ل و" اور بعض کے نزدیک "ص ل ی" ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں دعا و تسبیح، استغفار، رحمت، ثنا، ترحم وغیرہ۔ لفظ صلوٰۃ جب اللہ تعالیٰ سے منسوب ہو تو اس کے معنی رحمت ہیں اور جب مخلوق یعنی ملائکہ اور جن و انس سے منسوب ہو تو اس کے معنی قیام اور رکوع و سجود کے ہیں اور جب پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں سے نسبت ہو تو اس کے معنی تسبیح کو ہوں گے۔"[39]

اسلامی اصطلاح میں صلوٰۃ اس مخصوص عبادت کا نام ہے جو ارکان اسلام میں سے ہے اس کے حقیقی معنی تعظیم کے ہیں اور یہ مخصوص عبادت اللہ کی تعظیم کے لیے فرض کی گئی ہے۔

"شاہ ولی اللہ نماز کو بندے کا ایک تعظیمی فعل قرار دیتے ہیں یعنی انسان اپنی خاکساری دعاجزی اور پروردگار کی برتری و عزت کا خیال کر کے اس کے آگے سرنگوں ہو جائے۔ چونکہ تمام لوگوں اور بہائم میں گردن اکڑانا اور سربلند کرنا غرور تکبر کی علامت ہے اور سرنگوں ہونا نیازمندی و فروتنی کی علامت ہے اس اعتبار سے مانز تمام عبادات میں سب سے نمایاں ہے جس میں بندہ اپنے جس کے سب سے بزرگ حصے "یعنی سر) کو زمین پر رگڑتا ہے۔"[40]

یہ اپنے رب کی انتہائی تعظیم اور بندہ کا اپنی انتہائی درماندگی کا اظہار ہے اور یہ ادا خدا کو نہایت محبوب ہے۔

توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو رسول اللہؐ کو ملا وہ نماز سے متعلق تھا۔ یہ وہ فرض عبادت ہے جو آغاز اسلام سے عائد کی گئی اور شب معراج میں اس کی باقاعدہ فرضیت کا حکم ملا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو منصب نبوت پر سرفراز فرمانے کے بعد ہی انہیں نماز کا طریقہ سکھا دیا تھا۔ قرآن مجید میں اکثر موقعوں پر "اقامت الصلوٰۃ" کی تاکید آئی ہے اور اسے اہل ایمان کی لازمی صفت بتایا گیا ہے۔ قرآن ان مسلمانوں کے لیے حقیقی کامیابی کی بشارت دیتا ہے جنہوں نے پاکیزگی کے اصول اپنائے اور نماز پڑھی۔

---

[38] شای ولی اللہ ، حجۃ البالغۃ،180/1

[39] اردو دائرہ المعارف دانش گاہ پنجاب،179/5

[40] شاہ ولی اللہ ، حجۃ البالغۃ،186/1

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى [41]

"بیشک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہو گیا۔"

وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ [42]

"جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں اور جنہوں نے نماز قائم رکھی ہے۔ یقیناً ایسے نیک کردار لوگوں کا اجر ہم ضائع نہیں کریں گے۔"

گویا کہ حکام اور اولی الامر کی اطاعت اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ نماز کا نظام قائم رکھیں۔ یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ ان کی حکومت اپنی اصولی نوعیت کے اعتبار سے ایک اسلامی حکومت ہے اور اگر ایسا ہی نہیں ہے تو ایسی حکومت اور حکمرانوں سے نجات حاصل کرنے کی سعی کرنا مسلمانوں کے لیے جائز ہو جائے گا۔

رسول اللہؐ نے اخلاق و تمدن اور معاشرت کی جتنی اصلاحات کیں ان کا بڑا حصہ نماز کی بدولت حاصل ہوا۔ اسی کا اثر ہے کہ اسلام نے ایک ایسے بدوی، وحشی اور غیر متمدن ملک کو جسے پہننے اور اوڑھنے کا سلیقہ نہیں تھا چند سال میں ادب و تہذیب کے اعلیٰ معیار پر پہنچا دیا۔ بظاہر یہ ایک چھوٹی سی عبادت ہے مگر اس کے اثرات و برکات، فیوض و فوائد کا سلسلہ لامتناہی ہے۔ اسلام نے نماز کے ذریعہ انسان سازی کا کام لیا ہے وہ اس طرح کہ تنہا یہ ہی عبادت انسان کے جسم اور اس کے نفس کی تعمیر کے لیے کافی ہے۔

دوسرا عملی اصول و قانون: زکوٰۃ

اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون میں دوسرا اصول زکوٰۃ ہے۔ زکوۃ اسلام کے ارکین خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے۔ اس کا مادہ "زک و" ہے اس کے لغوی معنی بڑھنے، پھلنے پھولنے اور نمو نے پانے کے ہیں۔ زکوٰۃ کے دوسرے لغوی معنی طہارت و برکات کے بھی ہیں۔ شریعت میں اس سے مراد شرائط مخصوصہ کے ساتھ مال کے اس حصے کو بر حق الہیٰ کے طور پر (لازماً) نکال کر مستحقین کو دیا جاتا ہے زکوۃ کہتے ہیں۔ اور زکوۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس سے مال میں نمو اور برکت کی امید ہوتی ہے۔

"زکوٰۃ کو ٹیکس نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہ اپنی روح کے اعتبار سے عبادت ہے۔ ایک ایسی افضل عبادت جس کا درجہ ایک اعتبار سے نماز کے برابر ہی ہے۔ قرآن پاک میں زکوٰۃ کے باری میں بتیس آیات میں تاکید آئی ہے جن میں سے چھبیس مقامات پر نماز اور زکوٰۃ کا ذکر ساتھ ساتھ کیا گیا ہے۔"[43]

جس کی وجہ سے علماء اسے نماز کی ہم پلہ عبادت قرار دیتے ہیں۔ اس کی دوسرے وجہ یہ بھی ہے کہ احکام دین کی اصولی تقسیم دو ہی طرح سے کی جاسکتی ہے۔ ایک وہ احکام جن کا تعلق حقوق العباد کے تقاضوں کو پورا کرنے والی عبادات ہیں اس اعتبار سے دونوں ہم پلہ ہیں۔

"زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی تمام الہامی شریعتوں کا خاص رکن رہی ہے جیسا کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے۔"[44]

یہ اور بات ہے کہ مختلف شریعتوں کے لیے اس کے تفصیلی احکامات میں فرق رہا ہے۔

---

[41] الا علیٰ:1415

[42] الاعراف:170

[43] نعمانی ،محمد منظور، معارف الحدیث،19/4

[44] ندوی، سلیمان ، سیرۃ النبی ﷺ1573/5

"نماز اور دیگر فرائض کی طرح زکوٰۃ کے احکامات بھی تدریجی طور پر نافذ کیے گئے۔ مکی زندگی میں پہلے صدقات (انفاق فی سبیل اللہ) کی طرف رغبت دلائی گئی تاہم فرضیت کا حکم نہیں تھا پھر مدینہ منورہ میں آکر جب مسلمانوں کے معاشی مسائل کسی حد تک حل ہوئے تو 2 ہجری میں صدقۃ الفطر واجب ہوا۔"[45]

یعنی یہ سال میں ایک دن عید کی نماز سے قبل ہر مسلمان سیر، سوا سیر غلہ راہ خدا میں خیرات کرے تاکہ غریب کے لیے بھی عید کی خوشیوں کا سامان ہو سکے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو صدقہ اور خیرات کی عام طور سے تاکید کی گئی۔

"وہ پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ اے پیغمبر کہہ دو! جو کچھ تمہاری ضرورت سے بچ رہے"[46]

یہ سب زکوٰۃ کی فرضیت کی راہ میں اسلام کی تدریجی مراحل تھے۔ اس طرح سے اسلام اپنے ماننے والوں کے دلوں سے مال کی محبت کی شدت کو کم کرتا ہے۔ اس کے بعد سن 8 ہجری میں (فتح مکہ کے بعد) "زکوۃ" مسلمانوں پر فرض قرار دی گئی۔ اس کے اگلے سال 9 ہجری میں زکوۃ کے بیشتر احکام و قوانین مرتب ہوئے۔ اس کی وصولی کے لیے تمام عرب میں عمال کا تقرر ہوا۔

تیسرا عملی اصول و قانون: روزہ

اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون میں تیسرا اصول روزہ کا ہے۔ عربی زبان میں "صوم" کے لغوی معنی کسی چیز سے رک جانے یا اسے چھوڑ دینے کے ہیں۔ اس کی مترادف لفظ اردو میں "روزہ" مستعمل ہے۔ اصطلاح شریعت میں "صوم" کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جو احکام شریعت کا مکلف ہو طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزے کی نیت کرے۔ اللہ کی خوشنودی کے لیے ارادتاً کھانے پینے اور صنفی تعلقات کے علاوہ ہر قسم کی لغویات اور غیر اخلاقی حرکات سے مجتنب رہے۔ روزہ ایک اہم اسلامی عبادت ہے جو صرف امت محمدیہ پر ہی فرض نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے کی امتوں پر بھی روزہ فرض رہا ہے جیسا کہ قرآن میں کہا گیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ [47]

"اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ"

"دیگر اقوام کی مذہبی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے مذاہب میں بھی روزہ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ ہندومت میں برہمنوں کو ہر ہندی مہینہ کی گیارہ بارہ تاریخوں کو اکاوشی کا روزہ (برت) رکھنا ہوتا ہے۔ ہندوستان کے تمام مذاہب میں روزے کی سب سے زیادہ سخت شرائط جین مت میں ہیں۔ ان کے یہاں چالیس چالیس دن کا ایک روزہ ہوتا ہے۔"[48]

قرآن مجید میں سورۃ بقرہ میں روزوں سے متعلق تفصیلی احکام آئے ہیں جن سے ایک طرف تو روزے کا قانون اخذ کیا جا سکتا ہے تو دوسری طرف اس کے اہم مقاصد سامنے آتے ہیں۔

---

[45] سیوہاروی، حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، ص302
[46] البقرۃ:219
[47] البقرہ:183
[48] ندوی، سلیمان ، سیرۃ النبی ﷺ 212/5

روزے کا قانون یہ ہے کہ آخر شب، طلوع سحر کی ابتدائی علامات ظاہر ہوتے ہی مکلف پر یکایک کھانا پینا اور جنسی تعلقات قائم کرنا حرام ہو جاتا ہے۔ یہ حرمت غروب آفتاب تک قائم رہتی ہے۔ اس کے بعد جو اعمال لمحہ بھر پہلے تک حرام تھے وہ حلال ہو جاتے ہیں تا آنکہ دوسرے روزے کی مقررہ ساعت آجاتی ہے۔ ماہ رمضان کی پہلی تاریخ سے انتیس یا تیس تاریخ تک اس عمل کی مسلسل تکرار ہو جاتی ہے۔

الغرض نماز اور زکوۃ کی طرح روزہ بھی ایک ایسی عبادت ہے جو بہت سے انفرادی و اجتماعی فوائد و ثمرات کی حامل ہے اور اس عبادت کو کماحقہ، بجالانے والے خوش نصیبوں سے خدا کا وعدہ ہے "صبر کرنے والوں کو مزدوری بے حساب پوری کی جائے۔" (الزمر:10) ظاہر ہے کہ مشقت اٹھانا بھی صبر کی ایک قسم ہے۔ اس لیے روزہ دار بھی "صابرین" کی جماعت میں داخل ہو کر اجر بے حساب کے مستحق ہوں گے۔

چوتھا عملی اصول و قانون: حج

اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون میں چوتھا اصول حج کا ہے۔ حج یا حج کے لفظی معنی ہیں قصد کرنا کسی جگہ ارادتاً جانا اسلامی شریعت کی اصطلاح میں مقررہ دنوں میں مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ عرفات، مزدلفہ اور منیٰ وغیرہ کا قصد کرنے اور طواف اور دیگر مناسک ادا کرنے اور مقررہ آداب و اعمال بجالانے کا نام حج بیت اللہ ہے۔

> ”حج اسلامی عبادات کا چوتھا رکن ہے۔ عبادت کا یہ طریقہ غالباً خدا پرستی کا سب سے پہلا اور قدیم طریقہ ہے۔ دنیا کی قدیم ترین معلوم قوموں "بابل، کلدان و یونان وغیرہ) میں یہ دستور تھا کہ ہر آبادی میں دو خاص باعظمت مکان بنائے جاتے تھے ایک بادشاہ کا محل یا قلعہ اور دوسرے اس آبادی کے کاہن کا معبد ہوتا تھا۔ عموماً ہر آبادی کسی نہ کسی دیوتا یا ستارہ کی طرف منسوب ہو کر اس کی پناہ میں ہوتی تھی اور اسی دیوتا یا ستارہ کی وہاں پوجا ہوتی تھی۔ نذرانہ کی تمام رقمیں اور پیداواریں اسی معبد میں جمع ہوتی تھیں۔“[49]

مزید سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کے لیے اس نوعیت کا پہلا گھر مکہ مکرمہ میں خانہ کعبہ ہے اس کی اولین تعمیر کے سلسلہ میں مختلف روایت مذکور ہیں۔“[50]

> ”جب تعمیر مکمل ہو گئی تو ان کو اس کے طواف کا حکم دیا گیا۔ پھر مرور زمانہ کے بعد حضرت نوحؑ نے کعبہ کا حج کیا۔“[51]

مشہور محدث عبدالرزاق اپنی کتاب لمصنف میں لکھتے ہیں

> ” کہ آدمؑ نے کعبہ کی تعمیر میں پانچ پہاڑوں یعنی لبنان، طور زیتا، طور سینا، کوہ جودی اور حرا کے پتھر استعمال کیے تھے۔ اور حجر اسود کو نصب کیا جو ان کے ساتھ ہی اتارا گیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر کا ذکر تو خود قرآن مجید میں موجود ہے۔“[52]

مکہ مکرمہ میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی دیواریں اٹھائیں اور دعا کی اے میرے پرودگار اس شہر کو پر امن بنا اور اس شہر کے جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں انہیں پھلوں سے رزق عطا کر۔ نیز یہ التجا کی "اے ہمارے پروردار! میں نے

---

[49] ندوی، سلیمان ، سیرۃ النبی ﷺ243/5
[50] ایضاً
[51] محدث،عبدالرزاق، کتاب لمصنف،439/2
[52] محدث،عبدالرزاق، کتاب لمصنف،439/2

اپنی اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس ایسی وادی میں آباد کیا ہے جہاں کوئی زرعی پیدوار نہیں ہوتی۔ یہاں انہیں بسانے کا مقصد اقامت الصلوۃ ہے۔ لہذا تولوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کھانے کو پھل عطا کر تا کہ وہ تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔حج اسلامی عبادات کا اہم رکن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی شوکت اور عالمی حیثیت کا سب سے اہم مظہر ہے۔

خلاصہ تحقیق

اسلامی ریاست کے عام و سادہ مفاہیم سے مراد ایک ایسا نظام حکومت ہے جس کی بنیاد اسلام شریعت پر ہو۔ بطور اصطلاح یہ لفظ ماضی میں اسلامی دنیا کی بہت سی سیاسی اور مذہبی حکومتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ریاست کا اسلامی تصور اُس اصطلاح کے اندر چھپا ہوا ہے، جو اسلام نے ریاست کی تعبیر کے لیے اختیار کی ہے۔ اسلام نے اپنے اصولوں پر قائم شدہ سیاسی تنظیم کے لیے 'ریاست' یا'سلطنت' یا 'حکومت' کی اصطلاحیں نہیں اختیار کی ہیں بلکہ 'خلافت' یا 'امامت' یا کی اصطلاحیں اختیار کی ہیں۔اس وجہ سے ریاست کا اسلامی تصوّر واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے اِن اصطلاحات پر غور کرنا اور اِن کے مضمرات کو سمجھنا ضروری ہے۔لہذا اسلامی ریاست کی جب بحث شروع ہوتی ہے تو اس کے بنیادی خدوخال تین ہیں، سیاست، امامت، خلافت۔

ریاستِ مدینہ کے بانی معلمِ انسانیت ﷺ کی ذات کو دنیائے اسلام میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ آپ مسلمانوں کے مذہبی پیشوا تھے اور دنیاوی امور میں بھی ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔ افواج کی سپہ سالاری، بیت المال کی نگرانی اور نظم ونسق کے جملہ فیصلے آنحضرت کی مرضی اور ہدایت کے بموجب ہوتے تھے۔ ریاستِ مدینہ کے بانی معلمِ انسانیت ﷺ کی وفات کے بعد اس اسلامی مرکزیت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ کے جانشین مقرر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اسے خلافت کہتے ہیں۔پہلے چار خلفاء " حضرت ابو بکر τ، حضرت عمر τ، حضرت عثمان τ، حضرت علی τ" کو عہد خلافت راشدہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے نائبین رسول نے قرآن وسنت کے مطابق حکومت کی اور مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی بھی احسن طریقے سے کی۔ اور ہر طرح سے یہ خلفاء اللہ تعالیٰ کے بعد اہل اسلام کے سامنے جواب دہ تھے۔ اور ان کا چناؤ موروثی نہیں تھا بلکہ وصیت / اکابر اصحابہ ψ کی مشاورت سے ان کا انتخاب کیا جاتا رہا۔ یہاں سے خلافت کی بنیاد پڑی۔

اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں فرد کی تیاری کیلئے کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کو اپنے احاطہ میں لیا ہے۔ کیونکہ فرد کو یہی بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ یہ عام خیالات درحقیقت اس کے چند پختہ، غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ انہیں اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں اور یہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے باالفاظ دیگر عقیدہ، عمل کی اساس ہے۔ اور فرد کی تیاری کیلئے یہ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عبادات کے سلسلہ میں مادہ پرست اذہان بہت کچھ شک وشبہ کا اظہار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو بندے کی اس عبادت و دعا کی کیا ضرورت ہے ؟ یہ درست ہے کہ اللہ کی ذات ہماری عبادتوں سے بے نیاز ہے البتہ مخلوق خدا خود عبادت کی ضرورت مند ہے کیونکہ انسان فطرتاً اور خلقاً کمزور اور ناقص پیدا کیا گیا ہے اسے زندگی میں ہزار ہا موقعوں پر بے بسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بے بسی کے ان لمحات میں میں وہ اپنی ہستی اور اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنے کے بجائے اپنے رب کی پکارتا ہے اور اس سے مدد کا طالب ہوتا ہے۔ انبیاء تک نے نازک لمحات میں خدا سے دعا مانگی ہے۔

نتائج وفوائد

اس تحقیق کے درج ذیل فوائد ونتائج ہیں

1. اسلامی ریاست کے عام و سادہ مفاہیم سے مراد ایک ایسا نظام حکومت ہے جس کی بنیاد اسلام شریعت پر ہو۔
2. بطور اصطلاح یہ لفظ ماضی میں اسلامی دنیا کی بہت سی سیاسی اور مذہبی حکومتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔
3. ریاست کا اسلامی تصور اُس اصطلاح کے اندر چھپا ہوا ہے، جو اسلام نے ریاست کی تعبیر کے لیے اختیار کی ہے۔
4. اسلام نے اپنے اصولوں پر قائم شدہ سیاسی تنظیم کے لیے 'ریاست' یا 'سلطنت' یا 'حکومت' کی اصطلاحیں نہیں اختیار کی ہیں بلکہ 'خلافت' یا 'امامت' یا کی اصطلاحیں اختیار کی ہیں۔
5. اس وجہ سے ریاست کا اسلامی تصوّر واضح کرنے کے لیے سب سے پہلے اِن اصطلاحات پر غور کرنا اور اِن کے مضمرات کو سمجھنا ضروری ہے۔
6. اسلامی ریاست کی جب بحث شروع ہوتی ہے تو اس کے بنیادی خدوخال تین ہیں، سیاست، امامت، خلافت۔
7. سیاست مصدر ہے اس کی ماضی "سَاسَ" اور مضارع "یَسُوْسُ" ہے۔ اس نے مویشی یا گھوڑے کی دیکھ بھال کی، یعنی اس کو چارہ ڈالا، پانی پلایا، صاف کیا اور اسے سدھایا۔
8. ریاستِ مدینہ کے بانی معلم انسانیت ﷺ کی وفات کے بعد اس اسلامی مرکزیت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ کے جانشین مقرر کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اسے خلافت کہتے ہیں۔
9. اسلامی ریاست کے فکری اصول و قانون میں فرد کی تیاری کیلئے کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کو اپنے احاطہ میں لیا ہے۔ کیونکہ فرد کو یہی بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ یہ عام خیالات در حقیقت اس کے چند پختہ، غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ انہیں اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں اور یہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے بالفاظ دیگر عقیدہ، عمل کی اساس ہے۔ اور فرد کی تیاری کیلئے یہ بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔
10. اسلامی ریاست کے عملی اصول و قانون کے عملی اصول و اضوابط عبادات ہیں۔ عبادت کا مادہ "ع ب د" ہے اور اس کے لغوی معنی "غایت تذلیل" کے ہیں یعنی انتہائی عاجزی و درماندگی کا اظہار عبادت کے عام معنی پرستش کے ہیں جو کسی کی بھی ہو سکتی ہے تاہم اصطلاح شریعت میں اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت، اپنی عبودیت کا اظہار اور اس کے احکامات کو بجالانا عبادت ہے۔

تجاویز و سفارشات

اس تحقیق کے بعد درج ذیل تجاویز و سفارشات ہیں:

1. دنیا کو اسلامی نظام و ریاست سے متعارف کرانے کیلئے، ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث کو پیش کیا جائے تاکہ نئی نسل ان کی سیرت کو اپنا سکے۔
2. ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث کو اپنے علمی موضوعات کا حصہ بنائیں۔
3. ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث سے متعلق عوامی شعور بیدار کرنے کے لئے خاندانی سطح پر بھی معلومات فراہم کی جائیں۔

4. ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث دیگر ممالک کے اصول و قوانین پر تقابلی اعتبار سے مزید تحقیق کی جائے۔
5. ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث کو اخبارات میں لکھے جانے والے آرٹیکل کی صورت میں شائع کیا جائے تاکہ ایک عام قاری جس کی اخبار تک رسائی حاصل ہے اس تک یہ تحقیقی کام پہنچ سکے۔
6. ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث کے عنوان پر بچوں کے مابین مقابلے منعقد کئے جائیں اور انعامات سے ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔
7. حکومتی اور پرائیویٹ سیکٹر میں حضور ﷺ کے خصائص و معجزات سے متعلق تعلیمی اداروں میں متاثر کن سرگرمیوں کی منصوبہ بندی کی جائے تاکہ طلباء کے قلوب واذہان میں حضور ﷺ کی عظمت و تعظیم کے جذبات پیدا ہوں۔
8. ذرائع ابلاغ کے ذریعے ریاست کے اصول و قوانین کے بنیادی مباحث سے متعلق عوام میں شعور و آگاہی کے لئے جدید نشریاتی نظام انٹر نیٹ یوٹیوب ، ٹی وی اور کیبل کو استعمال میں لایا جائے۔

مصادر و مراجع

القرآن

ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، مقدمہ ابنِ خلدون، دار الباز للنشر والتوزیع، مکۃ، 1380ھ

ابن عابدین، محمد امین، فتاویٰ شامی، ، دار إحياء التراث العربي، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1420ھ

ابن منظور افریقی، علامہ ،لسان العرب، دار إحياء التراث العربي، بیروت الطبعۃ الثالثۃ 1423ھ

ابو المعالی عبد الملک الجوینی، غیاث الأمم فی التیاث الظلم، دار الدعوۃ الاسکندریۃ 1390ھ۔

اردو دائرہ المعارف دانش گاہ پنجاب

ڈاکٹر مستنصر علوی، نظریۃ الامامۃ، بشیر شنز ناشران و تاجران کتب لاہور 2019ء۔

سیوہاروی، حفظ الرحمن، اسلام کا اقتصادی نظام، فئیر پبلشرز اردو بازار لاہور، 2019ء

شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ،نورانی کتب خانہ، پشاور 2۔2010ء۔

شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ادارہ ثقافت اسلامیہ 1994ء

شبلی نعمانی، الکلام و علم الکلام، مفید عام کتب خانہ، لاہور 1997ء

علامہ سعد الدین تفتازانی، شرح عقائد، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1991ء

علی بن محمد الماوردی، الأحکام السلطانیۃ، میر محمد کتب خانہ کراچی 1998ء۔

فیروز آبادی، القاموس المحیط، دار الھدیٰ اکیڈمی لاہور 2019ء۔

لوئیس معلوف، المنجد فی اللغۃ والأعلام، دار المشرق، بیروت، 1973ء

محدث، عبد الرزاق، کتاب لمصنف،، دار إحیاء الکتب، العربیة1409ھ

محمد بن حسین، الاحکام السلطانیہ منشورات محمد علي بیضون، بیروت الطبعة الأولی، 1419ه-

محمد بن یعقوب فیروز آبادی، فیروز اللغات، مکتبہ قدوسیہ لاہور 2015ء

محمد قاسم شیرازی، شمس اللغات، میر محمد کتب خانہ لاہور 1978ء،

مفتی رضوان اللہ حقانی، سیاست اور اسلام، مکتبہ حقانیہ فیصل آباد 1985ء

مودودی، سید ابو الاعلیٰ، مولانا، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی،، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1980ء

ندوی سید سلیمان، سیرۃ النبی ﷺ، الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور، 1991ء

نعمانی، محمد منظور، معارف الحدیث، مرکز جمعیہ الطالبہ اہل حدیث، لائل پور 1991ء